پہلی کرن



پہلی کرن

مختلف ملکوں کی کہانیاں

رضا علی عابدی



اردو کے فروغ میں ساتھ ساتھ

MSP Punjab
ملکیّت حکومتِ پنجاب
ODA



ترتیب

۱۔ بچّے کا نام (عرب)	۵
۲۔ شاہزادی نے چاند مانگا (جنوبی ایشیا)	۷
۳۔ سب سے ضروری چیز (جرمنی)	۱۱
۴۔ حساب کا امتحان (جاپان)	۱۵
۵۔ جب شوہر نے گھر چلایا (ناروے)	۱۷
۶۔ لالچ کی سزا (جرمنی)	۲۳
۷۔ جھگڑالو میاں بیوی (عرب)	۲۷
۸۔ جَو کا دانہ (جرمنی)	۳۳
۹۔ بھولا بھائی (جرمنی)	۳۷
۱۰۔ گانے والوں کی ٹولی (جرمنی)	۴۳



یہ کتاب کیسے پڑھائی جائے

یہ کتاب سہل اور سادہ ہے۔ اس کے سارے لفظ چھوٹے اور آسان ہیں۔ اسی طرح اس کے جملے بھی مختصر ہیں۔ اس کی زبان وہی روز مرہ کی بول چال والی زبان ہے۔ اس لیے اسے پڑھنے والوں کو بہت زیادہ مدد درکار نہیں ہوگی۔ جنہیں دشواری ہو انہیں ذرا سا سہارا دیجئے۔ خود طالب علم کو کوشش کرنے دیجئے۔ خود اپنی کامیابی کا احساس اس کی بہت حوصلہ افزائی کرتا ہے۔ کم سن اور نو آموز طالب علم کو ایک ایک پیراگراف یا صفحہ یا سبق پہلے خود پڑھ کر سنائیے اور پھر اسے کہئے کہ وہ پڑھے۔

لکھنے کی مشق بے حد ضروری ہے۔ یہ کام مستقبل پر نہ چھوڑیئے۔ کبھی کتاب سے نقل کرائیے اور کبھی کہیں کہیں سے املا لکھوائیے۔ جب اچھی طرح مشق ہو جائے تو کسی ایسی کتاب سے املا لکھوائیے جو طالب علم نے پہلے نہ پڑھی ہو۔

طالب علم کہانی یا مضمون پڑھ چکے تو اس سے کہئے کہ وہی کہانی اپنے لفظوں میں بیان کرے۔ اس کے لیے اسے پہلے سے بتا دینا درست ہے۔ اسی طرح مطالعے کے بعد کہانی یا مضمون کے بارے میں سوال پوچھئے۔

اردو عبارت کے قریب وہی لفظ کسی دوسری زبان میں لکھنے کی اجازت نہ دیجئے۔ ذہن پر زور ڈالنے سے ذہن کے دریچے کھلتے ہیں آسانی اختیار کرنے سے سیکھنے کا عمل مشکل ہو جاتا ہے۔

بعض طالب علم الفاظ کو پہچانتے نہیں اور عبارت یاد کر لیتے ہیں۔ ان کی چھوٹی چھوٹی آزمائشیں کیجئے۔ کہیں سے کوئی لفظ پڑھوایئے، کبھی کوئی جملہ پڑھوایئے۔ جو لفظ اس نے سیکھ لیا ہے وہی لفظ کسی دوسرے صفحے یا دوسری کتاب میں پڑھوایئے۔ وہی لفظ خود لکھ کر پڑھوایئے۔ جو بھی کیجئے، طالب علم کا حوصلہ بڑھاتے چلیے۔

آخری بات: پڑھاتے ہوئے کتاب میں خود بھی دلچسپی لیجئے۔

بچّے کا نام

کیا تُم جانتے ہو کہ مِصر میں جب کوئی بچّہ پیدا ہوتا ہے تو اُس کا نام کیسے رکھا جاتا ہے؟

بچّے کے ماں باپ پہلے تین اچھے نام سوچتے ہیں۔ پھر وہ تین موم بتّیاں لاتے ہیں۔ ہر شمع کو ایک ایک نام دے دیا جاتا ہے۔ پھر وہ موم بتّیاں روشن کی جاتی ہیں۔ جو شمع سب سے زیادہ دیر تک جلتی رہتی ہے اُسی کے نام پر بچّے کا نام رکھ دیا جاتا ہے۔

ماں باپ چاہتے ہیں کہ اُن کا بچّہ جیتا رہے اور دُنیا میں اُجالا پھیلائے۔







شاہ زادی نے چاند مانگا

ایک بادشاہ تھا۔ اُس کی ایک بیٹی تھی۔ چھوٹی سی اور پیاری سی۔ ایک شام ننھی شاہ زادی اپنے محل کی کھڑکی سے نیلا آسمان دیکھ رہی تھی۔ وہاں اُسے چمکتا ہوا نیا نیا چاند نظر آیا۔ چاند اُسے بہت اچھا لگا۔ اُس نے بادشاہ سے کہا: ابا، مُجھے وہ چاند لا کر دیجیے۔

بادشاہ نے بیٹی کی بات ٹالنا چاہی۔ لیکن شاہ زادی ضِد کرتی رہی کہ کوئی جائے اور آسمان سے چاند توڑ کر لائے۔ بادشاہ نے کہاکہ آسمان کا چاند زمین پر نہیں آسکتا۔ اب ننھی بیٹی رونے لگی۔ وہ ضِد کرنے لگی اور مچلنے لگی۔ اُس کی ماں نے اُسے سمجھایا۔ پھر وزیر نے سمجھایا۔ پھر سارے درباری دیر تک اُسے سمجھانے اور بہلانے کی کوشش کرتے رہے۔ لیکن لڑکی کی ضِد بڑھتی گئی۔

شہر کے سارے عقل مند لوگ بُلائے گئے۔ وہ بھی شاہ زادی کو سمجھا سمجھا کر ہار گئے۔ لڑکی بس چاند کو تک رہی تھی اور روئے جارہی تھی۔

اُسی وقت ایک غریب کسان بادشاہ کے محل کے آگے سے گُزرا۔ لوگوں نے اُسے بتایا کہ شاہ‌زادی چاند مانگ رہی ہے اور ضِد کرتے کرتے بیمار ہو گئی ہے۔



کسان نے کہا کہ چاند لانا تو بہت آسان کام ہے، میں شاہ زادی کی فرمائش پوری کر سکتا ہوں۔

بادشاہ کو خبر کی گئی۔ اُس نے فوراً ہی غریب کسان کو اندر بُلا لیا مگر سوچا کہ پھٹے پُرانے کپڑے پہنا ہوا یہ آدمی لڑکی کو کیسے منا سکے گا۔ کسان شاہ زادی کے پاس گیا اور کہا کہ میں آپ کے لئے چاند لا سکتا ہوں۔ لڑکی بہت خوش ہوئی اور چاند لینے کے لئے اپنا مُنّا سا ہاتھ پھیلا دیا۔

کسان نے پوچھا: بھلا چاند کِتنا بڑا ہے؟

لڑکی نے کہا: ناخُن کے برابر۔

کسان نے پوچھا: اور چاند کِس چیز کا بنا ہوا ہے؟

لڑکی نے کہا: چاندی کا۔

کسان بولا: اچھا ، چاند ذرا نیچے آجائے تو میں اُسے ڈِبیا میں بند کر کے لے آؤں گا۔

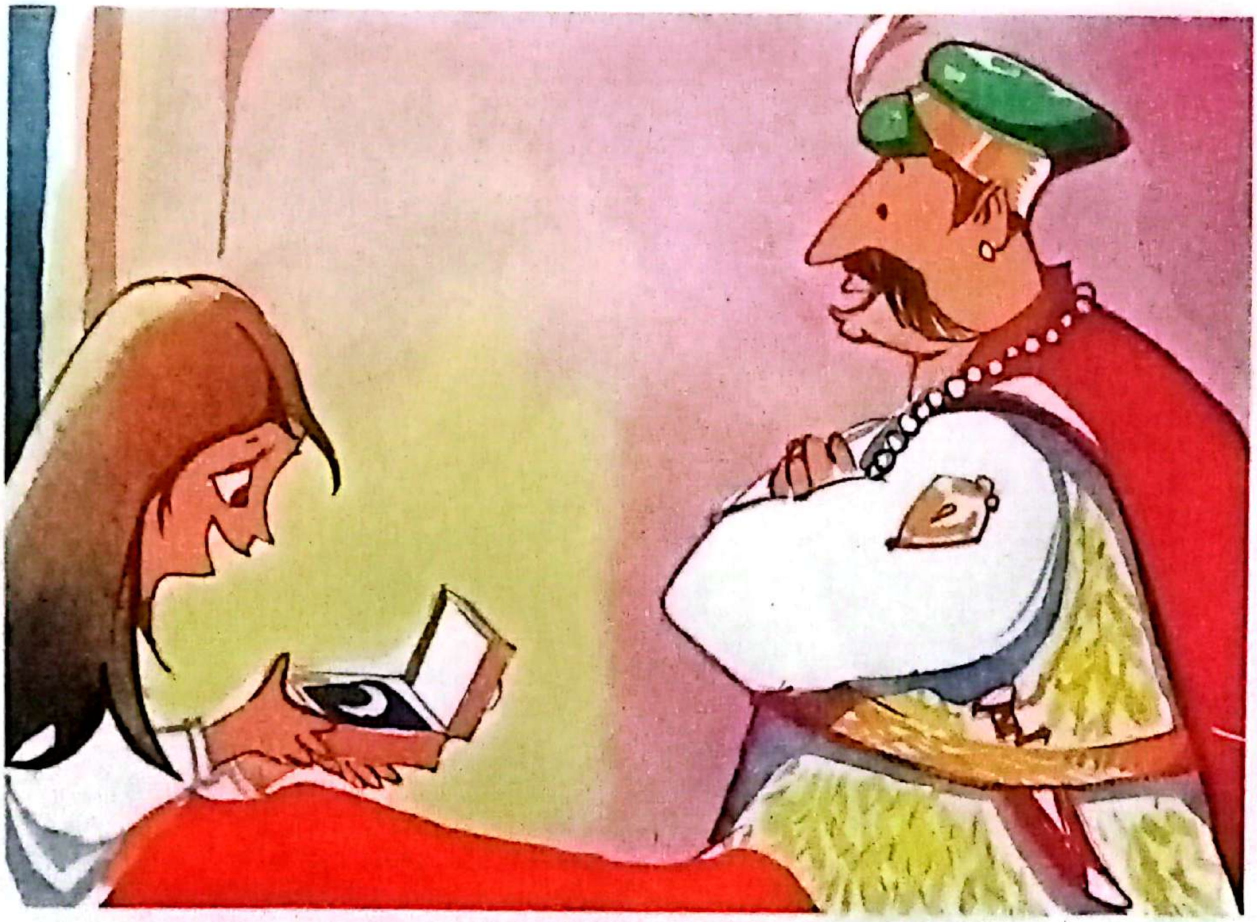
شاہ زادی جھٹ راضی ہو گئی۔

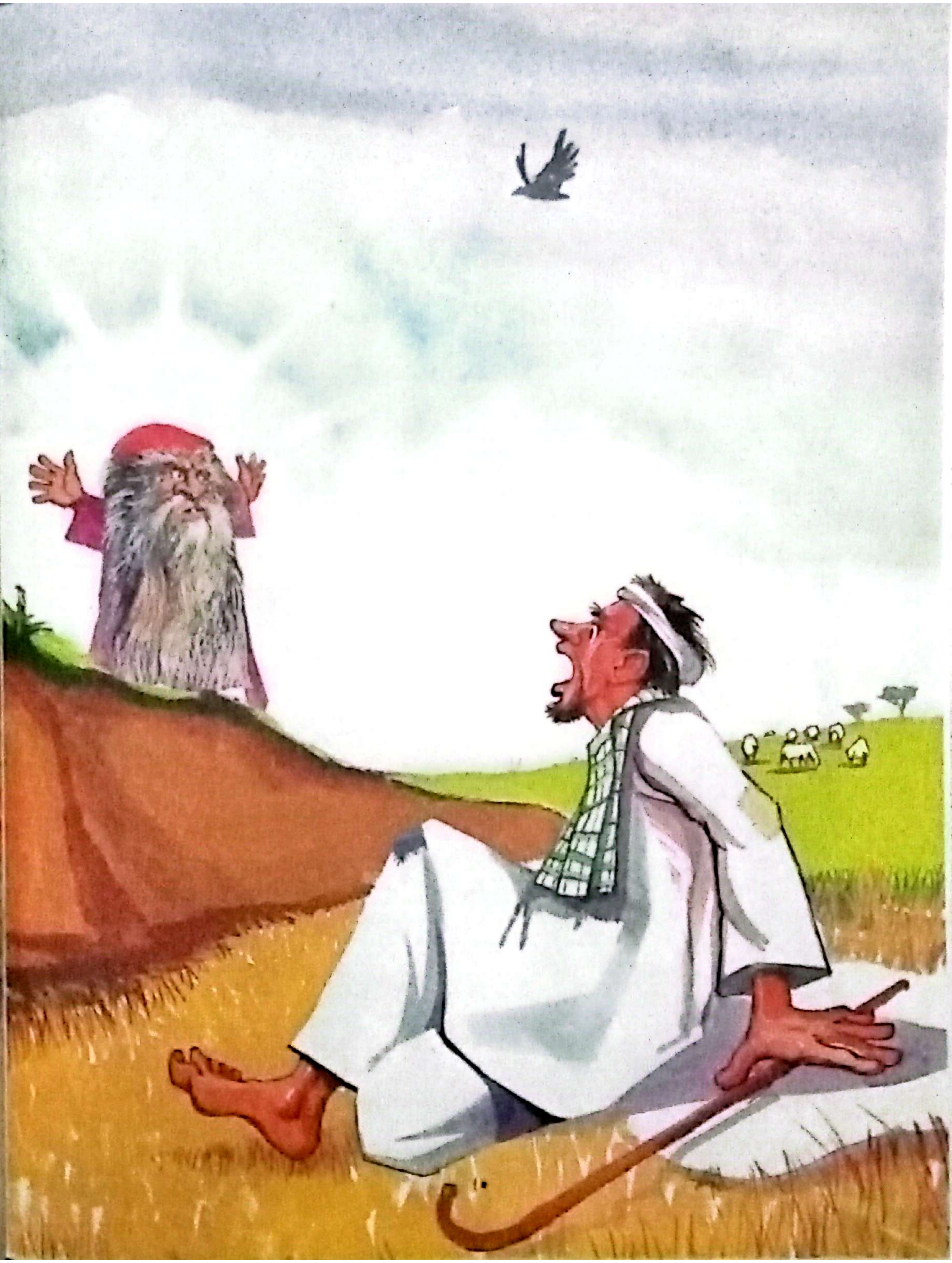
بادشاہ نے فوراً ہی سُنار کو حُکم دیا کہ وہ ناخُن کے برابر چاندی کا چمک دار چاند بنائے۔ تھوڑی دیر میں چاند تیّار ہوگیا۔ کسان نے اُسے ایک ڈِبیا میں بند کیا اور جیسے ہی آسمان پر چمکنے والا چاند ڈوبا کسان وہ ڈِبیا لے کر شاہ زادی کے پاس گیا جو بے چینی سے اُس کا انتظار کر رہی تھی۔

ڈِبیا میں چمکتا ہوا باریک سا چاند دیکھ کر شاہ زادی خوشی سے کھِل اُٹھی۔

بادشاہ نے غریب کسان کو اپنے پاس بُلایا اور کہا: مُجھے ایک عقل مند وزیر کی تلاش تھی۔ وہ مِل گیا۔ بس آج سے تُم میرے وزیر ہو۔

کسان نے کہا: اگر میں نے کھیتی باڑی چھوڑ دی تو لوگوں کے لئے اناج کون اگائے گا۔ مُجھے غریب کسان ہی رہنے دیجئے۔ ہاں جب کبھی ننھی شاہ زادی کوئی نئی ضِد کرے تو مُجھے بُلا لیجئے گا۔







سب سے ضروری چیز

بہت پُرانی بات ہے، ایک غریب چرواہا اپنی سات بکریوں کو چَرانے پہاڑ پر لے جاتا تھا۔ بکریاں گھاس کھاتی رہتی تھیں اور چرواہا سوچا کرتا تھا کہ کاش کہیں سے اُسے بہت سا سونا مل جائے تو وہ اچھے سے مکان میں رہے اور اپنے بچّوں کے لئے بازار سے اچھے اچھے کپڑے لائے۔

ایک روز اکیلے بیٹھے بیٹھے اُس نے خود سے کہا: میرے بچّوں کے پاس تو کچھ بھی نہیں۔ کاش میں اِن کو دو وقت کی روٹی دے سکوں۔

اُس کا یہ کہنا تھا کہ اچانک ایک چھوٹا سا بونا سامنے آکھڑا ہوا۔ اُس کے سر پر لال ٹوپی تھی اور بڑی سی ڈاڑھی زمین کو چھو رہی تھی۔ بونا بولا: میرے ساتھ آؤ۔ میں تُم کو ایسی چیز دکھاؤں جو تُم نے پہلے کبھی نہیں دیکھی۔

یہ کہہ کر بونا آگے آگے اور چرواہا اُس کے پیچھے پیچھے چلا۔ بونے کے ہاتھ میں ایک سوکھی ہوئی لکڑی تھی جسے پکڑ کر وہ تیز تیز چل رہا تھا۔

آخر وہ ایک پہاڑی کے سامنے رُک گیا۔ اب اُس نے اُسی سوکھی لکڑی سے پہاڑی پر یوں دستک دی جیسے دروازے پر دستک دیتے ہیں۔ ذرا دیر بعد پہاڑی میں



ایک بڑا سا دروازہ کھلا۔ بونا اُس میں داخل ہوا۔ چرواہا اُس کے پیچھے تھا۔ یہ دونوں ایک غار کے اندر چلتے گئے۔ جوں ہی وہ غار کے دوسرے سِرے پر پہنچے، دیکھا کہ ایک بڑے سے کمرے میں آگ جل رہی ہے۔ خوب روشنی ہے اور لال ٹوپی اور بڑی سی ڈاڑھی والے بہت سے بونے سونے کے پیالے پیالیاں اور زیور بنا رہے ہیں۔ اِتنا سارا سونا دیکھ کر چرواہا دنگ رہ گیا۔ بونے نے اُس سے کہا: جتنا سونا چاہو ساتھ لے جاؤ، لیکن سب سے ضروری چیز نہ بھولنا۔

یہ کہہ کر بونے نے سوکھی لکڑی فرش پر رکھی اور غائب ہوگیا۔

چرواہے نے سونے کے زیور اپنی جیب میں بھرے اور سونے کے برتن اپنی جھولی میں بھرے اور خوش خوش گھر کی طرف دوڑا۔ جیسے ہی وہ غار سے باہر نکلا، غار کا دروازہ بند ہوگیا۔

چرواہا سارا سونا گھر لے گیا اور اُس نے اپنے بچّوں کے لئے اچھے اچھے کپڑے اور جوتے خریدے اور اُنہیں پیٹ بھر کر کھانا کھِلایا۔ جب بہت دن گُزر گئے تو سارا سونا ختم ہوگیا۔ کِسان پھِر سے غریب ہوگیا۔ وہ دوبارہ اُسی پہاڑ پر گیا اور کئی روز غار کا دروازہ ڈھونڈتا رہا۔ مگر وہاں اُسے نہ کوئی دروازہ مِلا نہ اندر جانے کا راستہ نظر آیا۔

وہ دروازہ ہمیشہ کے لئے بند ہو چکا تھا کیوں کہ چرواہا سب سے ضروری چیز بھول گیا تھا۔ وہی سوکھی ہوئی لکڑی ۔



حساب کا امتحان

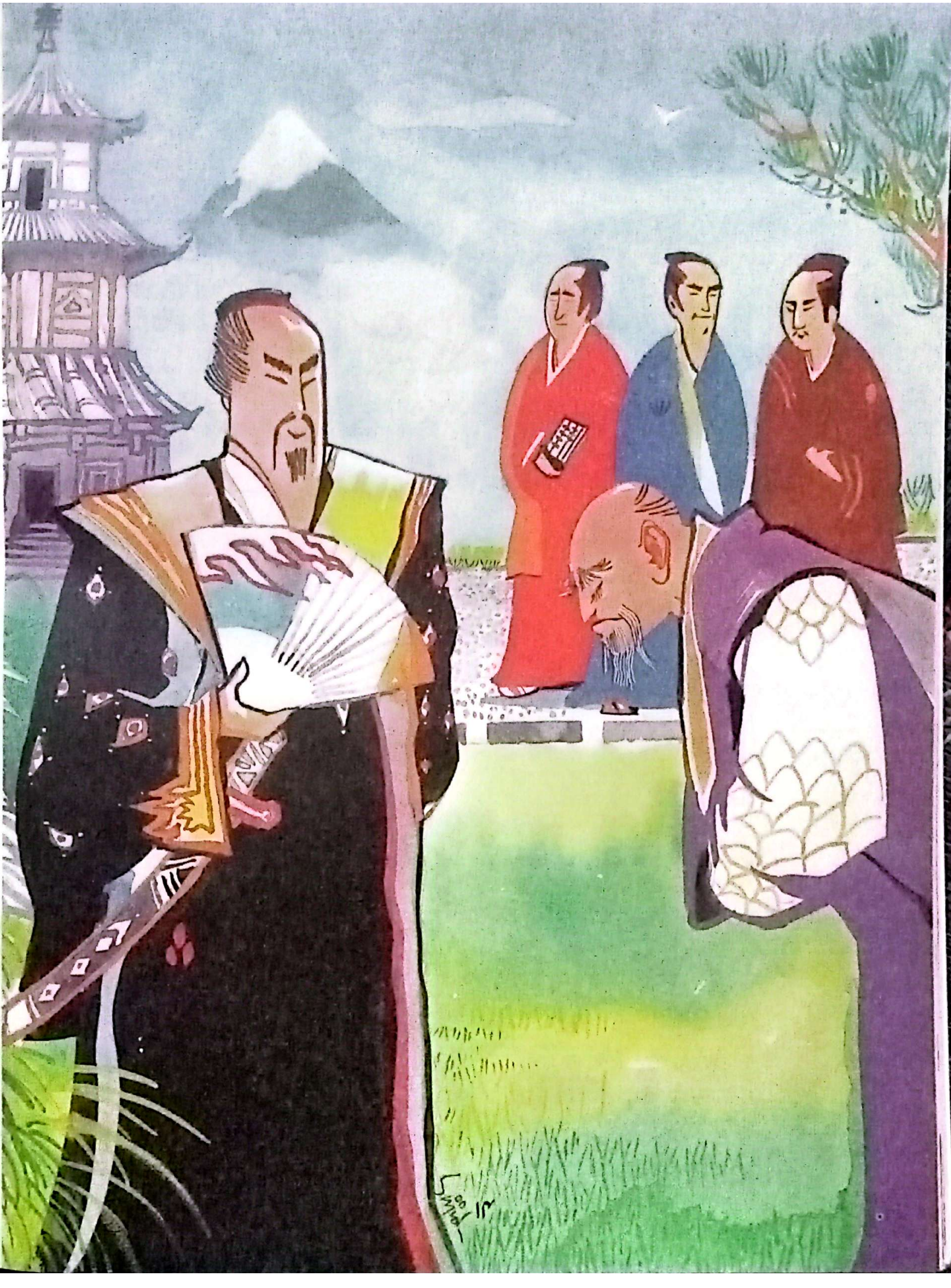
یہ کہانی جاپان کی ہے۔

جس زمانے کی یہ کہانی ہے، شوگن بادشاہ تھا اور اُس کے بوڑھے جج کا نام اُوکا تھا۔ اُوکا بہت عقل مند اور ہوشیار تھا۔ جب کوئی بات بادشاہ کی سمجھ میں نہ آتی تو وہ اُوکا سے پوچھا کرتا تھا۔ اُوکا ذرا دیر میں سب کچھ سمجھادیتا۔ اگر شوگن کے سامنے کوئی الجھن ہوتی، اُوکا پل بھر میں سُلجھادیتا۔

ایک بار بادشاہ کو اپنے خزانے کی نِگرانی کے لئے کسی قابل آدمی کی تلاش ہوئی۔ خزانہ بہت بڑا تھا۔اُس کا حساب کتاب رکھنا مشکل کام تھا اور یہ کام کوئی ذہین اور سمجھ دار آدمی ہی کرسکتا تھا۔

اب سوال یہ تھا کہ ایسا آدمی کیسے ڈھونڈا جائے۔ بہت سے لوگ آئے جو خزانے کی دیکھ بھال کرنا چاہتے تھے۔ اُن میں سے تین سب سے قابل آدمی چُنے گئے جو حساب کا مُشکل سے مُشکل سوال پل بھر میں حل کر دیتے تھے۔

اب ان تینوں میں سے سب سے اچھا آدمی کیسے چُنا جائے۔ اس سوال کا جواب صِرف بوڑھے جج اُوکا کو پتہ تھا۔





شوگن نے اُوکا کو بُلا کر کہا: ان تینوں کا امتحان لو اور سب سے اچھا آدمی چُنو۔ تُم اکیلے میں ان سے بات کرنا۔ میں پردے کے پیچھے سے سُنوں گا۔

اُوکا نے وعدہ کیا کہ وہ سب سے سمجھ دار آدمی چُنے گا۔ اب اُس نے تینوں کو بُلایا۔ وہ برابر والے کمرے میں بیٹھے انتظار کر رہے تھے، فوراً ہی آگئے۔ اُنہیں کیا پتہ تھا کہ اُوکا اُن کا اِمتحان لینے والا ہے۔ اب تینوں نے سوچا کہ امتحان مُشکل ہوگا۔

اُوکا نے کہا: بادشاہ نے مُجھے حکم دیا ہے کہ تمہارا حِساب کا امتحان لوں۔ آؤ اب دیر نہ کرو۔

اس کے بعد اُوکا نے پہلے اُمّید وار سے پوچھا: آٹھ کو تین سے ضرب دیں تو کیا جواب آئے گا۔

اُمّید وار سمجھا تھا کہ کوئی لمبا چوڑا مُشکل سوال پوچھا جائے گا۔ اُس نے جھٹ جواب دیا: چوبیس۔ اور پھر وہ سوچنے لگا کہ یہ بھی کوئی سوال ہوا۔ یہ سوال تو چھ برس کے بچّے سے پوچھنا چاہیئے تھا۔

اب اُوکا نے دوسرے اُمّید وار سے پوچھا: بتاؤ۔ اُنچاس کو سات میں تقسیم کریں تو کیا جواب آئے گا۔

ابھی اُوکا نے اپنا سوال ختم بھی نہیں کیا تھا کہ دوسرے امیدوار نے جواب دیا: سات۔

اب تیسرے امیدوار کی باری تھی۔ اوکا نے پوچھا: دو سو کو دو سے تقسیم



کریں تو کیا جواب آیا۔

اُس آدمی نے پہلے پورا سوال غور سے سُنا۔ پھر اس نے اپنے تھیلے سے گِنتارا نکالا۔ وہ چوکھٹا جس میں تیلیاں لگی ہوتی ہیں اور تیلیوں میں رنگ برنگے موتی پروئے ہوتے ہیں۔

دوسرے امیدوار اُسے حیرت سے دیکھ رہے تھے اور سوچ رہے تھے کہ یہ اسے کیا ہوگیا۔ شاید ڈر کے مارے سارا حساب بھول گیا ہے۔ کِتنا بے وقوف ہے۔

اُمید وار نے کچھ دیر بعد سر اُٹھایا اور آہستہ سے بولا: سَو !

اُوکا نے کہا: بس میں یہی دیکھنا چاہتا تھا۔

یہ کہہ کر اُس نے تینوں امیدواروں کو باہر بھیج دیا۔ اب شوگن پردے سے باہر نکل آیا اور پوچھا: کیا ہوا؟ کون سا آدمی چُنا تم نے؟

اُوکا نے کہا: تیسرا اور آخری امید وار سب سے مناسب آدمی ہے۔ پہلے اور دوسرے نے یہ نہیں دیکھا کہ سوال کے پیچھے کیا حِکمت چُھپی ہے۔ تیسرا امیدوار سمجھ گیا کہ معاملہ ایسا جواب دینے کا نہیں جو چھوٹا بچّہ بھی دے سکتا ہے۔ وہ سمجھ گیا کہ جھٹ جواب دے کر وہ یوں ظاہر کرے گا جیسے سوال پوچھنے والا بے وقوف ہے۔ اُس نے دکھا دیا کہ وہ با ادب ہے اور سمجھ دار بھی۔ بس یہی آدمی آپ کے خزانے کا اچھا نِگراں بنے گا۔

اُوکا نے جو کہا تھا وہی سچ نکلا۔



جب شوہر نے گھر چلایا

ایک آدمی تھا جو سمجھتا تھا کہ ساری محنت وہ خود کرتا ہے اور اس کی بیوی مزے سے آرام کرتی ہے۔ کبھی کبھی وہ بیوی سے کہتا کہ تم سارے کام بگاڑتی ہو اور کوئی کام ٹھیک نہیں کرتیں۔ ایک شام وہ فصل کاٹ کر کھیت سے گھر آیا اور آتے ہی بیوی پر خفا ہونے لگا کہ تم گھر کو ٹھیک سے نہیں چلاتیں۔

بیوی نے کہا: ناراض کیوں ہوتے ہو۔ یوں کرو کہ کل سے تمہارے سارے کام مَیں کروں اور میرے گھر کے کام تم کرو۔ میں کھیت میں کام کروں گی۔ تم گھر کو چلانا۔

آدمی بہت خوش ہوا اور فوراً ہی مان گیا۔ اگلے روز اس کی بیوی فصل کاٹنے کی درانتی لے کر نکل گئی اور وہ خود گھر پر رہا۔ پہلے اس نے سوچا کہ دودھ سے مکھن نکال لے۔ اب اس نے بڑی سی بالٹی میں دودھ بھر کر بلونا شروع کیا۔ لیکن اچانک اسے خیال آیا کہ تہ خانے میں جاکر تھوڑا سا شہد پی لے۔ وہ نیچے گیا اور ایک بڑی سی بوتل کو جھکا کر شہد نکالنے لگا۔اتنے میں اس نے اوپر باورچی خانے میں کُتّے کے دوڑنے کی آواز سُنی۔ اُس نے بوتل ویسے ہی چھوڑی اور اوپر دوڑا۔





کیا دیکھتا ہے کہ دودھ کی بالٹی گری پڑی ہے، مکھن سارے فرش پر پھیلا ہوا ہے جسے کتّا مزے سے کھا رہا ہے۔ وہ کتّے کو مارنے دوڑا تو مکھن پر پھسلا اور دور جاکر گرا۔

اب اسے خیال آیا کہ اس نے تہ خانے میں شہد کی بوتل لِٹادی تھی۔ وہ دوڑتا ہوا نیچے گیا تو دیکھا کہ سارا شہد بہہ چکا ہے۔ اب وہ دوبارہ اوپر گیا اور بالٹی میں نیا دودھ بھر کر مکھن نکالنے لگا۔ دوپہر کے کھانے میں اسے اور اس کی بیوی کو یہی مکھن کھانا تھا۔ کھانے کا خیال آیا تو اسے یاد آیا کہ باہر بندھی ہوئی گائے بھوکی پیاسی ہوگی کیوں کہ اس نے گائے کو نہ کھانا دیا ہے اور نہ پانی۔

اب اتنا وقت نہیں تھا کہ وہ گائے کو میدان میں لے جاکر گھاس چَرائے۔ اس نے سوچا کہ مکان کی چھت پر بہت گھاس اُگی ہے۔ اگر وہ گائے کو چھت پر چڑھا دے تو وہ خوب پیٹ بھر کر کھالے گی۔ مکان پہاڑی کی ڈھال سے ملا ہوا تھا۔ اس نے پہاڑی اور چھت کے درمیان موٹا سا تختہ رکھ کر پُل بنادیا تاکہ گائے کو چھت پر چڑھا دے۔

لیکن مکھن کی بالٹی باورچی خانے میں چھوڑنا ٹھیک نہ تھا کیوں کہ اس کا چھوٹا سا بچّہ فرش پر کھیل رہا تھا، وہ دودھ کی بالٹی اُلٹ سکتا تھا۔ یہ سوچ کر اس نے بالٹی اپنی پیٹھ پر اٹھالی اور باہر چلا گیا۔ گائے کو چھت پر چڑھانے سے پہلے اس نے سوچا کہ گائے کو پانی پلادے۔ اب وہ پانی کا برتن بھرنے کے لئے چشمے پر جھکا۔



اس کا جھٹکنا تھا کہ پیٹھ پر لدی ہوئی بالٹی کا سارا مکھن اور دودھ چشمے میں جا گرا۔

کھانے کا وقت ہو چلا تھا اور اس کا سارا مکھن بہہ گیا تھا۔ اس نے سوچا کہ تھوڑا سا دلیہ پکالے۔ اب اس نے پتیلی میں دودھ بھر کر آگ کے اوپر رکھ دیا۔ اچانک اسے خیال آیا کہ گائے چھت سے گر کر کہیں اپنی ٹانگ نہ توڑ لے۔ یہ سوچ کر اُس نے ایک بڑی سی رسّی لی اور چھت پر جاکر رسّی کا ایک سرا گائے کی ایک ٹانگ میں باندھا اور دوسرا سرا دھوئیں کی چمنی کے راستے نیچے باورچی خانے میں پھینک دیا۔ وہ پھر نیچے آیا اور رسّی کا دوسرا سرا خود اپنی ٹانگ میں باندھ لیا۔

اُسی چمنی کے نیچے، آگ پر رکھا دودھ اُبلنے لگا تھا۔ اس نے دودھ میں کٹے ہوئے جَو ڈالے کہ اچانک گائے چھت سے نیچے گری۔ رسّی کھنچی اور ایک جھٹکے کے ساتھ وہ خود بھی کھنچ کر چمنی میں گھس گیا اور اس کے اندر لٹک گیا۔ اُدھر چھت سے گرتی ہوئی گائے بھی بیچ ہوا میں لٹک گئی۔اب وہ آدمی اور اُس کی گائے یوں لٹکے ہوئے تھے کہ نہ وہ زمین پر تھے، نہ آسمان پر۔

اُدھر کھیت میں کام کرتی ہوئی بیوی انتظار کرتی رہی کہ شوہر دوپہر کا کھانا لائے گا لیکن شوہر کے پیر زمین پر ٹکے ہوتے تو وہ کھانا لاتا۔ تھک ہار کر اُس نے سوچا کہ گھر جائے اور دیکھے کہ کیا ہورہا ہے۔

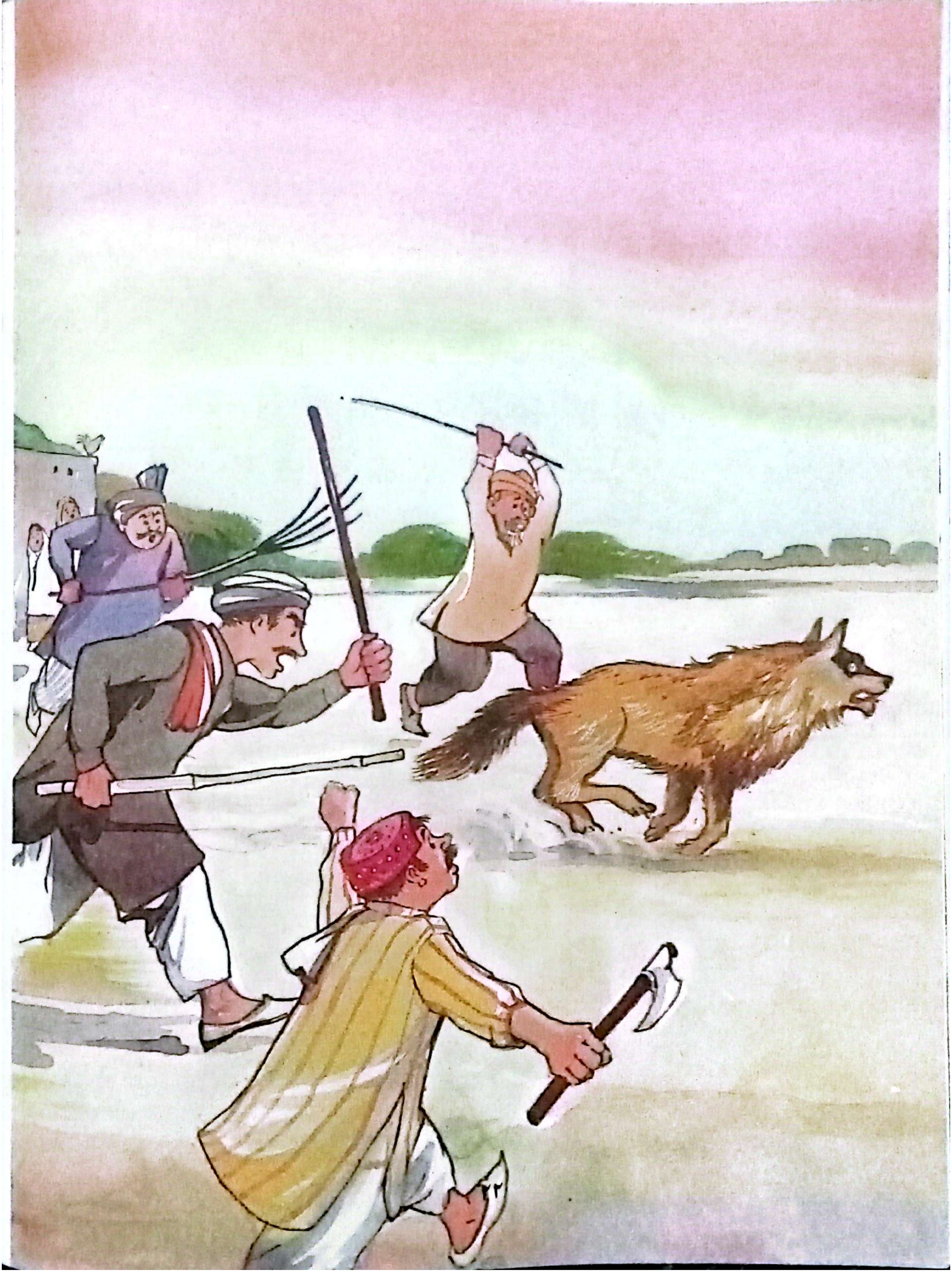
اب ہوا یہ کہ بیوی گھر پہنچی۔

اُس نے دیکھا کہ رسّی سے بندھی ہوئی گائے چھت سے لٹکی ہوئی ہے۔ اُس

نے اپنی تیز دھار درانتی سے رسّی کاٹ دی۔ گائے بڑے مزے سے نیچے آرہی اور چاروں ٹانگوں پر کھڑی ہوگئی۔ رسّی جو کٹی تو ساتھ ہی اندر باورچی خانے میں شوہر صاحب چمنی میں گرے اور جب بیوی اندر گئی تو دیکھا کہ شوہر کا سر چمنی کے نیچے آگ پر چڑھی ہوئی پتیلی کے اندر ہے اور دونوں ٹانگیں ہوا میں لہرا رہی ہیں۔

تو یوں اُس روز میاں صاحب نے گھر چلایا۔







لالچ کی سزا

ایک بھیڑیئے نے ایک لومڑی کو نوکر رکھا اور اُس سے تمام چھوٹے بڑے کام لینے لگا۔ لومڑی چاہتی تو بچ کر نکل جاتی مگر بھیڑیا طاقت ور تھا۔ وہ لومڑی کو مار ڈالتا۔ اس لئے وہ خِدمت کرنے پر مجبور تھی۔

ایک روز بھیڑیئے نے لومڑی سے کہا: جاؤ میرے لئے اچھا سا کھانا لاؤ ورنہ میں تم کو کھا جاؤں گا۔

لومڑی نے جواب دیا: میں نے ایک کسان کے گھر بہت سے بکری کے بچّے دیکھے ہیں، میں جا کر ایک بچّہ لے آتی ہوں۔

بھیڑیا بہت خوش ہوا اور جب لومڑی بکری کا بچّہ چُرا کر لائی تو بھیڑیا اُسے ذرا سی دیر میں چٹ کر گیا۔ مگر اُس کا پیٹ نہیں بھرا۔ اُسے اب بھی بھوک لگ رہی تھی۔ اُس نے سوچا کہ وہ خود ہی جا کر بکری کا ایک اَور بچّہ اُٹھا لائے۔ اب وہ خود کسان کے گھر جا پہنچا اور بکری کا بچّہ اُٹھانے کی کوشش کی۔ لیکن بھیڑیا اِتنا بڑا اور بھاری بھرکم تھا کہ کسان نے اُسے دیکھ لیا۔ کسان نے شور مچایا، آس پاس کے تمام لوگ لاٹھیاں اُٹھا کر دوڑے اور بھیڑیئے کو خوب مارا۔ بھیڑیا درد سے کراہتا اور



لنگڑاتا ہوا بھاگا اور اس نے مشکل سے جان بچائی۔

اُس نے واپس جاکر لومڑی سے کہا: تم نے مُجھے بے وقوف بنایا۔ جب میں نے بکری کا بچہ چُرانے کی کوشش کی تو کسانوں نے مار مار کر میرا بھُرکس نِکال دیا۔

لومڑی نے جواب دیا: یہ تم کو لالچ کی سزا ملی ہے۔

اگلے روز بھیڑیئے نے پھر کہا: میرے لئے کہیں سے کھانا لاؤ ورنہ میں تم کو کھا جاؤں گا۔

لومڑی نے کہا: میں ایک کسان کو جانتی ہوں۔ اس کی بیوی بہت اچھے پراٹھے پکاتی ہے۔ میں تمہارے لئے کچھ پراٹھے لے آتی ہوں۔

وہ گئی اور دیکھا کہ کسان کی بیوی پراٹھے پکا کر ایک ٹوکری میں رکھتی جارہی ہے۔ لومڑی نے چُپکے سے چھ پراٹھے مُنہ میں دبائے اور لے بھاگی۔

بھیڑیا پراٹھے دیکھ کر بہت خوش ہوا اور ایک بار مُنہ مار کر سارے پراٹھے ہڑپ کر گیا۔ اُس کا پیٹ نہیں بھرا اور وہ پراٹھے چُرانے کسان کے گھر پہنچا۔ پراٹھے ایک پلیٹ میں رکھے تھے اور پلیٹ اونچی میز پر رکھی تھی۔ بھیڑیئے نے پراٹھے جو کھینچے تو پلیٹ نیچے آرہی۔ وہ چھناکے سے ٹوٹی اور کسان کی بیوی نے شور مچادیا۔ سارے کسان لاٹھیاں لے کر آگئے اور بھیڑیئے کو اتنا مارا کہ وہ چیختا، شور مچاتا جنگل کی طرف بھاگا۔ واپس جاکر اس نے لومڑی سے کہا: تم نے مجھے بے وقوف بنایا۔ کسانوں نے مُجھے دیکھ لیا اور مار مار کر لہو لہان کر دیا۔



لومڑی بولی: یہ تم کو لالچ کی سزا ملی ہے۔

تیسرے دن بھیڑیئے کو پھر بھوک لگی۔ اس نے لومڑی سے کہا کہ میرے لئے کھانا لاؤ ورنہ میں تم کو کھا جاؤں گا۔

لومڑی نے کہا: میں ایک آدمی کو جانتی ہوں۔ اس کی کوٹھڑی میں گوشت بھرا رہتا ہے۔ آؤ چلیں اور پیٹ بھر کر کھائیں۔

دونوں وہاں پہنچے اور ایک بڑے سوراخ کے راستے گھر کی کوٹھڑی میں گھس گئے۔ وہاں ہر طرح کا اچھا اچھا گوشت رکھا تھا۔ بھیڑیئے نے آؤ دیکھا نہ تاؤ اور گوشت پر ٹوٹ پڑا۔ لومڑی تھوڑا سا گوشت کھاتی اور جا جا کر سوراخ کو دیکھتی کہ کہیں پیٹ اِتنا نہ پھول جائے کہ سوراخ سے باہر نکلنا مُشکل ہو جائے۔

بھیڑیئے نے کہا: اری لومڑی، تو اِتنی بے تاب، اِتنی بے چین کیوں ہے؟

لومڑی نے کہا: میں دیکھ رہی ہوں کہ کوئی اس طرف آتا نہ ہو۔

بھیڑیئے نے کہا: شاباش۔ تم چوکی داری کرو، میں آج مہینے بھر کا گوشت کھا لیتا ہوں۔

مکان کے مالک نے کوٹھڑی میں بار بار آہٹ سُنی تو وہ دیکھنے آ یا۔ اُسے دیکھتے ہی لومڑی بھاگی اور سوراخ کے راستے سَٹ سے باہر نکل گئی۔ بھیڑیئے سے بھاگا ہی نہیں گیا۔ مُشکل سے سوراخ تک پہنچا لیکن اس کا پیٹ اتنا پھول چکا تھا کہ وہ سوراخ میں پھنس گیا۔

اس نے بہت زور لگایا کہ باہر نکلے یا دوبارہ اندر آجائے لیکن اس کا تنا ہوا پیٹ ٹس سے مَس نہ ہوا۔ اب تو آدمی نے لاٹھی اُٹھا کر بھیڑیئے کی اچھی طرح خبر لی۔

نتیجہ یہ ہوا کہ کسانوں کا بھی اس سے پیچھا چھوٹا، لومڑی کو بھی آزادی مل گئی۔





جھگڑالو میاں بیوی

ایک گاؤں تھا۔ اس میں بہت سے چھوٹے چھوٹے مکان تھے۔ ایک مکان میں میاں بیوی رہتے تھے۔ یوں تو دونوں ایک دوسرے کو بہت چاہتے تھے لیکن ان میں جھگڑا بھی بہت ہوتا تھا۔

میاں کہتا: بڑی بی۔ ذرا دروازہ بند کردو۔

بیوی کہتی: واہ، میں کیوں بند کروں۔ تم نے کھولا تھا، تم ہی بند کرو۔

میاں کہتا: نہیں، تم نے کھولا تھا۔

بیوی کہتی: تم نے ہی حکم دیا تھا تو میں نے کھولا، اب کم سے کم تم اسے بند تو کردو۔

میاں کہتا: میں نے ساری عمر تمہارے لئے محنت کی۔ اب تم میرے لئے ایک ذرا سا دروازہ بھی بند نہیں کر سکتیں؟

بیوی کہتی: کام بانٹ لو۔ میں نے کھولا۔ تم بند کرو۔

میاں کہتا: دیکھا، تم مان گئیں کہ دروازہ تم نے کھولا تھا۔

بس دونوں اس طرح لڑتے رہتے لیکن جب لڑتے لڑتے تھک جاتے تو چین





ے رہنے لگتے۔

ایک روز بیوی بولی: سُنو۔ ہم دونوں عمر بھر لڑتے رہے۔ سارے گاؤں والے ہم پر ہنستے ہیں۔ آؤ اب لڑائی جھگڑا ختم کریں اور ایک کام کریں۔ اپنے شادی والے کپڑے نکالیں۔ تم دولہا بنو۔ میں دُلہن بنوں۔ پھر ہم نوجوانوں کی طرح بیٹھ کر کھانا کھائیں۔

بڑے میاں کو یہ خیال بہت اچھا لگا۔ دونوں بن سنور کر کھانے کی میز پر بیٹھے اور ایک دوسرے کو دیکھ کر مُسکرائے۔ مگر اچانک بڑے میاں بیوی سے بولے: ارے۔ تم بھی عجیب عورت ہو۔ پھر دروازہ کھُلا چھوڑ دیا۔ اگر کسی ڈاکو نے حملہ کردیا تو سارا کھانا چھین کر لے جائے گا۔ جاؤ دروازہ بند کرو۔

بیوی بولی: ارے واہ۔ کبھی اپنی صورت دیکھی ہے جو بیٹھے حکم چلاتے ہو۔ خود جاؤ اور دروازہ بند کرکے آؤ۔

میاں بولا: تم دیکھو اپنی صورت۔ چُڑیل جیسی صورت ہے تمہاری۔

یہ کہہ کر بڑے میاں نے میز پر گھونسا مارا۔

بیوی نے کہا: ہوگی۔ مگر دروازہ تمہیں بند کرنا پڑے گا

میاں نے کہا: ہرگز نہیں۔

بیوی بولی: ہرگز ہاں

اچانک میاں کو کچھ خیال آیا۔ اُس کا غُصہ اُتر گیا اور وہ بولا: اس طرح ہم



ساری عمر تو تو میں میں کرتے رہیں گے اور اپنا خون خود ہی جلاتے رہیں گے۔ اب یوں کرتے ہیں کہ دونوں چُپ ہو جاتے ہیں۔ چاہے کُچھ ہو جائے ہم نہیں بولیں گے۔ اور کوئی بولا تو اسے اُٹھ کر دروازہ بند کرنا پڑے گا۔

بڑی بی مان گئیں۔ دونوں چُپ ہو گئے۔ صرف ان کی سانسوں کی آواز آ رہی تھی۔ اُن کے منہ میں پانی آ رہا تھا کیوں کہ سامنے مزے دار کھانا رکھا تھا۔

اِتنے میں دروازے پر آ کر ایک فقیر نے آواز دی: اللہ کے نام پر بھوکے فقیر کو ایک روٹی کھِلا دو۔

گھر والوں نے کوئی جواب نہ دیا تو فقیر کھڑا اُنہیں دیکھتا رہا۔ پھر اس نے ہمّت سے کام لیا اور اندر چلا آیا۔ دیکھا کہ ایک مرد اور ایک عورت کھانے کی میز پر بُت بنے بیٹھے ہیں۔ فقیر نے سوچا کہ شاید دونوں بیٹھے بیٹھے مر گئے۔ اُس نے بڑی بی کی ناک دبائی۔ اُن کا دم گھٹنے لگا مگر وہ چُپ رہیں۔ پھر فقیر نے بڑے میاں کا ایک کان کھینچا۔ کان لال ہو گیا مگر بڑے میاں نے اُف بھی نہ کی۔

آخر بوڑھا فقیر میز پر بیٹھ گیا اور مزے مزے کے کھانے ہڑپ کر گیا۔ دونوں میاں بیوی خاموش بیٹھے رہے۔ اب فقیر نے اپنا منہ پونچھا اور مُرغی کی ہڈّیوں کا ہار بنا کر بڑے میاں کے گلے میں ڈال دیا۔ بڑے میاں دَم سادھے بیٹھے رہے اور فقیر ہنستا ہوا چلا گیا۔

کُچھ دیر بعد ایک چور نے کھُلے ہوئے دروازے سے جھانک کر اندر دیکھا۔ کیا



دیکھتا ہے کہ ایک عورت اور ایک مرد بُت بنے بیٹھے ہیں۔ وہ سمجھا کہ دونوں لکڑی کے بنے ہوئے ہیں۔ اس نے عورت کی گردن پر گُدگُدی کی لیکن وہ چُپ رہی۔ پھر چور نے بڑے میاں کے بال نوچے۔ وہ بھی خاموش رہے۔ آخر چور نے گھر کا سارا سامان ایک بوری میں بھرا اور لے کر چلتا بنا۔

اب ایک کُتّا گھر میں گھُس آیا۔ اس نے دیکھا کہ بڑے میاں کے گلے میں مُرغی کی ہڈّیوں کا ہار پڑا ہوا ہے۔ اس نے بڑے بڑے دانت نکال کر اُن کے گلے پر حملہ کردیا۔ بڑی بی نے جو یہ دیکھا تو چلّائیں: کُتّے کے بچّے، تو چاہتا ہے کہ میرے میاں کو پھاڑ کھائے۔ ٹھہر تو ذرا۔

یہ کہہ کر بڑی بی نے پیر سے جوتی اُتاری اور اتنے زور سے ماری کہ کُتّا چلّاتا ہوا بھاگا۔

بیوی کی آواز سُنتے ہی میاں صاحب اُٹھ کر ناچنے لگے اور کہنے لگے: میں جیت گیا۔ میں جیت گیا۔ جاؤ اور جاکر دروازہ بند کرو۔

بڑی بی بے چاری دروازہ بند کرنے چلی گئیں، مگر دونوں کی لڑائی جاری رہی۔ آخر وہ سونے کے لئے لیٹے تو چُپ ہوئے۔ لیکن اُن کے خالی پیٹ شور مچاتے رہے۔

دونوں بھوکے تھے۔

یہی ان کے لڑائی جھگڑے کی سزا تھی۔





جَو کا دانہ

ایک غریب لڑکا تھا۔ اُس کے ماں باپ مر گئے تھے اور اُس کے لئے جَو کا ایک دانہ چھوڑ گئے تھے۔ اب اُس کے پاس دُنیا میں جَو کے ایک دانے کے سِوا کُچھ نہیں تھا۔اُس نے سوچا کہ اِسی کو لے کر باہر جائے اور قِسمت آزمائے۔

راستے میں اُسے ایک بوڑھا آدمی ملا جو چھڑی ٹیک کر چل رہا تھا اور اس کے ہاتھ میں چھوٹی سی ٹوکری تھی جس میں گھر کا سودا تھا۔

لڑکے نے کہا: صاحب، سلام۔

بوڑھا بولا: جیتے رہو، خوش رہو۔ کہو کہاں جارہے ہو؟

لڑکا بولا: اپنی قِسمت آزمانے جارہا ہوں۔ میرے پاس بس جو کا ایک دانہ ہے۔ڈرتا ہوں کہ کہیں کوئی اسے چُرا نہ لے۔

بوڑھے نے کہا: بیٹے، اُسے تو کوئی ضرور چُرا لے گا۔ مگر ڈرو نہیں۔ تمھیں اس سے بہت زیادہ ملے گا۔

اُس شام لڑکا ایک گاؤں میں پہنچا۔ ایک کسان کے دروازے پر دستک دی اور پوچھا کہ کیا آپ مُجھے رات کو سونے کے لئے ذرا سی جگہ دے سکتے ہیں۔ کسان نے



لڑکے کے لئے بستر لگادیا۔ لڑکے نے جو کا دانہ کھڑکی میں رکھا اور کسان سے کہا کہ یہی میری کُل دولت ہے، کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی اسے کھاجائے۔

کسان نے کہا: تم آرام سے سوجاؤ۔ میرے گھر میں کوئی جو کے دانے کو ہاتھ بھی نہیں لگا سکتا۔

اگلی صُبح جوں ہی سورج نکلا، ایک مُرغ نے دیکھا کہ کھڑکی میں جو کا دانہ پڑا ہے۔مرغ نے لپک کر اُسے کھالیا۔لڑکے کی آنکھ کھُلی تو دیکھا کہ مُرغ اس کا جو کا دانہ نگل رہا ہے۔لڑکے کو بہت افسوس ہوا اور وہ رونے لگا۔کسان گھبرایا ہوا آیا اور لڑکے کو تسلّی دیتے ہوئے بولا: تمہارے ساتھ انصاف ہونا چاہئے۔ یوں کرو کہ جس مُرغ نے تمہارا جو کا دانہ کھایا ہے، تم وہ مُرغ اپنے ساتھ لے جاؤ۔

لڑکا بہت خوش ہوا۔ اس نے کسان کا شکریہ ادا کیا اور آگے چل پڑا۔ شام کے وقت وہ ایک گاؤں میں پہنچا اور ایک کسان سے سونے کی جگہ مانگی۔ سونے سے پہلے اس نے کسان سے کہا کہ یہ ایک مُرغ ہی میری کُل دولت ہے، کہیں کوئی اسے چُرا تو نہیں لے گا ؟

کسان نے کہا: تم آرام سے سوجاؤ۔ میرے گھر میں کوئی اس مُرغ کو ہاتھ بھی نہیں لگا سکتا۔

اگلی صبح مُرغ دانہ چُگنے باہر نکلا۔ وہیں کسان کی بلّی گھوم رہی تھی۔ بلّی نے حملہ کرکے مُرغ کو مارڈالا۔ لڑکے نے اپنے مُرغ کا یہ حال دیکھا تو اُسے بڑا افسوس



ہوا اور وہ رونے لگا۔ کسان نے کہا: گھبراؤ نہیں۔ تمہارے ساتھ انصاف ہوگا۔ تم یوں کرو کہ جس بلّی نے تمہارے مُرغ کو مارا ہے تم وہ بلّی اپنے ساتھ لے جاؤ۔

لڑکے نے بلّی کے گلے میں رسّی باندھی اور آگے روانہ ہوگیا۔ اگلی شام وہ ایک گاؤں میں پہنچا۔ وہاں ایک کسان نے اُسے سونے کی جگہ دی۔ لڑکے نے کسان سے کہا: یہ بلّی میری کُل دولت ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی اسے چُرا لے۔

کسان نے کہا: تم آرام سے سوجاؤ۔ میرے گھر میں تُمہاری بلّی کو کوئی ہاتھ بھی نہیں لگا سکتا۔

لیکن اگلی صبح ایک گائے کی نظر بلی پر پڑی۔ اُس نے اپنے تیز نوک دار سینگ پر اُٹھا کر بلّی کو ہوا میں اُچھال دیا۔

لڑکے نے اپنی بلی کا یہ حال دیکھا تو وہ رونے لگا۔ کسان نے کہا کہ بلی مر گئی اب رونے سے کیا ہوگا۔ تم یہ کرو کہ جس گائے نے تمہاری بلّی کو مارا ہے تم وہ گائے اپنے ساتھ لے جاؤ۔

اب لڑکے نے گائے کے گلے میں رسّی ڈالی اور آگے چل پڑا۔ شام کے وقت وہ ایک رئیس کے بڑے سے مکان پر پہنچا اور رات سونے کے لئے جگہ مانگی۔ رئیس نے اُسے سونے کے لئے بہت اچھا بستر دیا۔

لڑکے نے اُس سے کہا کہ یہ گائے ہی میری کُل دولت ہے۔ کہیں کوئی گائے کو چُرا نہ لے۔ رئیس نے کہا کہ تم آرام سے سوجاؤ۔ میرے گھر میں کوئی



تمہاری گائے کو ہاتھ بھی نہیں لگائے گا۔

اگلی صُبح جب رئیس کے شان دار گھوڑوں کو پانی پلایا جارہا تھا، اُن میں سے ایک اچھی نسل کا طاقت ور گھوڑا گائے کو دیکھ کر بے قابو ہو گیا اور اس نے اِتنی زور کی لات ماری کہ گائے وہیں مر گئی۔

لڑکا پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔ رئیس نے کہا: تُمہارا بہت نُقصان ہوا ہے۔ اب تم یہ کرو کہ جس گھوڑے نے تمہاری گائے کو مارا ہے تم وہ گھوڑا اپنے ساتھ لے جاؤ۔

اِس طرح لڑکے کو شان دار گھوڑا مل گیا۔ اُس پر وہ سینہ تان کر بیٹھا اور آگے چلا تو لوگ اُسے دیکھ کر بولے کہ کِتنا اچھا گھوڑا ہے اور کیسا پیارا سوار ہے۔

گھوڑے کو دوڑاتا ہوا لڑکا بادشاہ کے محل کے سامنے سے گُزرا۔ بادشاہ کی بیٹی محل کی کھِڑکی سے باہر کی سیر کررہی تھی۔ اُس نے جو اِتنے اچھے گھوڑے پر ایسا شان دار سوار دیکھا تو مچل گئی اور ضِد کرنے لگی کہ وہ اُسی لڑکے سے شادی کرے گی۔

بادشاہ اپنی چہیتی بیٹی کی بات کیسے ٹال سکتا تھا۔

پھر تو محل والی لڑکی اور جَو کے ایک دانے والے لڑکے کی شادی اِتنی دھوم دھام سے ہوئی کہ لوگوں کو آج تک یاد ہے۔



بھولا بھائی

ایک شہر میں تین بھائی رہتے تھے۔ دو بہت چالاک تھے۔ تیسرا، جو سب سے چھوٹا تھا، سیدھا سادا تھا۔ ایک روز دونوں بڑے بھائی گھر سے چلے گئے اور لوٹ کر نہیں آئے۔ آخر چھوٹا بھائی، جسے سب بھولا کہتے تھے، اُن کی تلاش میں نکلا۔

وہ جگہ جگہ مارا مارا پھرا، آخر دونوں بھائی مِل گئے۔ بھولے کو دیکھ کر وہ خوب ہنسے۔ وہ کہنے لگے: بھولے، تم گھر میں بیٹھو۔ زندِگی کے آرام تلاش کرنا تُمھارے بس کی بات نہیں کیوں کہ تم نادان ہو اور ہم بہت سمجھ دار ہیں۔

لیکن بھولے نے ان کا ساتھ نہیں چھوڑا۔ اب تینوں بھائی آگے چلے۔ راستے میں اُنہیں چیونٹیوں کی بستی ملی جس کے اوپر وہ مٹّی کا ٹیلا بنا دیتی ہیں۔ دونوں بڑے بھائی چاہتے تھے کہ وہ ٹیلا اپنے پیروں سے روندیں۔ مگر بھولے نے خوشامد کی کہ وہ بے چاری چیونٹیوں کا گھر برباد نہ کریں۔

آگے چل کر ایک جھیل ملی جس میں بہت سی بطخیں تیر رہی تھیں۔ بڑے بھائیوں نے سوچا کہ ایک بطخ پکڑیں اور اُسے بھون کر کھائیں۔ بھولے نے کہا کہ بطخ کو مار دیا تو اس کے بچّے کہاں جائیں گے۔ بے چاری کو چھوڑ دو۔





کچھ دور چل کر انہیں ایک درخت ملا جس پر شہد کی مکھیوں نے بڑا سا چھتّا بنا رکھا تھا۔ چھتّے میں بہت سا شہد بھرا ہوا تھا۔ دونوں بڑے بھائی سوچنے لگے کہ چھتّے کے نیچے آگ جلائیں۔ اُس کے دھوئیں سے شہد کی مکھیاں بھاگ جائیں گی تو مزے سے سارا شہد پی لیں گے۔ مگر بھولے نے پھر خوشامد کی کہ مکھیوں کا گھر نہ اُجاڑو اور اُنہیں چھوڑ دو۔

تینوں بھائی آگے چلے تو انہیں بڑا سا قِلعہ ملا۔ قِلعہ کے اصطبل میں بہت سے گھوڑے کھڑے تھے لیکن وہ سب کے سب پتّھر کے تھے۔ وہ عجیب جگہ تھی۔ وہاں بَلا کا سَنّاٹا تھا اور دور دور تک کوئی جان دار نظر نہ آتا تھا۔

تینوں بھائی قلعے کے دروازے پر پہنچے۔ دروازہ بند تھا اور اس پر تین موٹے موٹے تالے پڑے ہوئے تھے۔ لڑکوں نے سوراخ سے جھانک کر دیکھا تو اندر پتّھر کی ایک بہت بڑی میز نظر آئی جس کے پاس بیٹھا ہوا ایک آدمی دکھائی دیا۔ لڑکوں نے اُسے آواز دی مگر وہ چُپ بیٹھا رہا۔ دوبارہ پُکارا مگر وہ بیٹھا رہا۔ جب تیسری بار آواز دی تو وہ آدمی اُٹھ کر آیا اور بڑی بڑی چابیوں سے قلعے کا دروازہ کھولا۔ چابی گھومنے کی آواز سے صاف لگا کہ تالے برسوں بعد کھولے جا رہے ہیں۔ آدمی کچھ نہ بولا اور اشارے سے اپنے ساتھ چلنے کو کہا۔ وہ تینوں کو پتّھر کی میز پر لے گیا جس پر مزے مزے کے کھانے سجے ہوئے تھے۔ جب تینوں بھائی پیٹ بھر کر کھا چکے تو آدمی اُنہیں تین سجے سجائے کمروں میں لے گیا جہاں اچھے اچھے بستر لگے ہوئے تھے۔



اگلے روز وہی آدمی آیا اور سب سے بڑے بھائی کو پتّھر کی میز پر لے گیا۔ میز پر لکھا ہوا تھا کہ تم اگر تین کام کرسکو تو یہ قلعہ جادو کے اثر سے آزاد ہو جائے گا اور یہاں کی ہر چیز دوبارہ جی اُٹھے گی۔

پہلا کام یہ ہے کہ تین شاہزادیوں کے ہزار موتی ڈھونڈو جو جنگل میں بکھرے ہوئے پتّوں کے نیچے چھُپے ہوئے ہیں۔ ہزار موتی سورج ڈوبنے تک ڈھونڈ کر لاؤ۔ اگر ایک موتی بھی کم ہوا تو تم پتھر کے آدمی بن جاؤ گے۔

بڑا بھائی جنگل میں گیا اور پتّے ہٹا ہٹا کر ہزار موتی تلاش کرنے لگا۔ جب سورج ڈوبا، اُسے صرف سو موتی ملے تھے۔ وہ وہیں پتّھر کا ہوگیا۔ دوسرے روز دوسرے بھائی کی باری تھی۔ اُس نے بڑی محنت کی۔ سورج ڈوبنے تک اُسے صرف دو سو موتی ملے اور وہ بھی پتھر کا ہو گیا۔

آخر بھولے کو موتی ڈھونڈنے کا کام سونپا گیا۔ گھنٹے بھر کی تلاش کے بعد اُسے صرف آٹھ دس موتی ملے۔ وہ بےچارہ ایک بڑے سے پتھر پر بیٹھ کر رونے لگا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ تھوڑی دیر میں وہ بھی اپنے دونوں بڑے بھائیوں کی طرح پتّھر کا ہوجائے گا۔ اِتنے میں چیونٹیوں کا بادشاہ وہاں آیا جس کے ساتھ ہزاروں چیونٹیوں کی فوج تھی۔ یہ وہی چیونٹیاں تھیں جن کے گھر کو بھولے نے تباہی سے بچایا تھا۔ ان چیونٹیوں نے ذرا سی دیر میں سارے موتی ڈھونڈ نکالے اور لا کر بھولے کے آگے ڈھیر کر دیئے۔



بھولے کو دوسرا مُشکل کام یہ دیا گیا کہ وہ سورج ڈوبنے سے پہلے پہلے جھیل کی تہ سے شاہ زادیوں کے اُس کمرے کی چابی ڈھونڈ کر لائے جس کمرے میں وہ خُدا جانے کب سے سو رہی ہیں۔

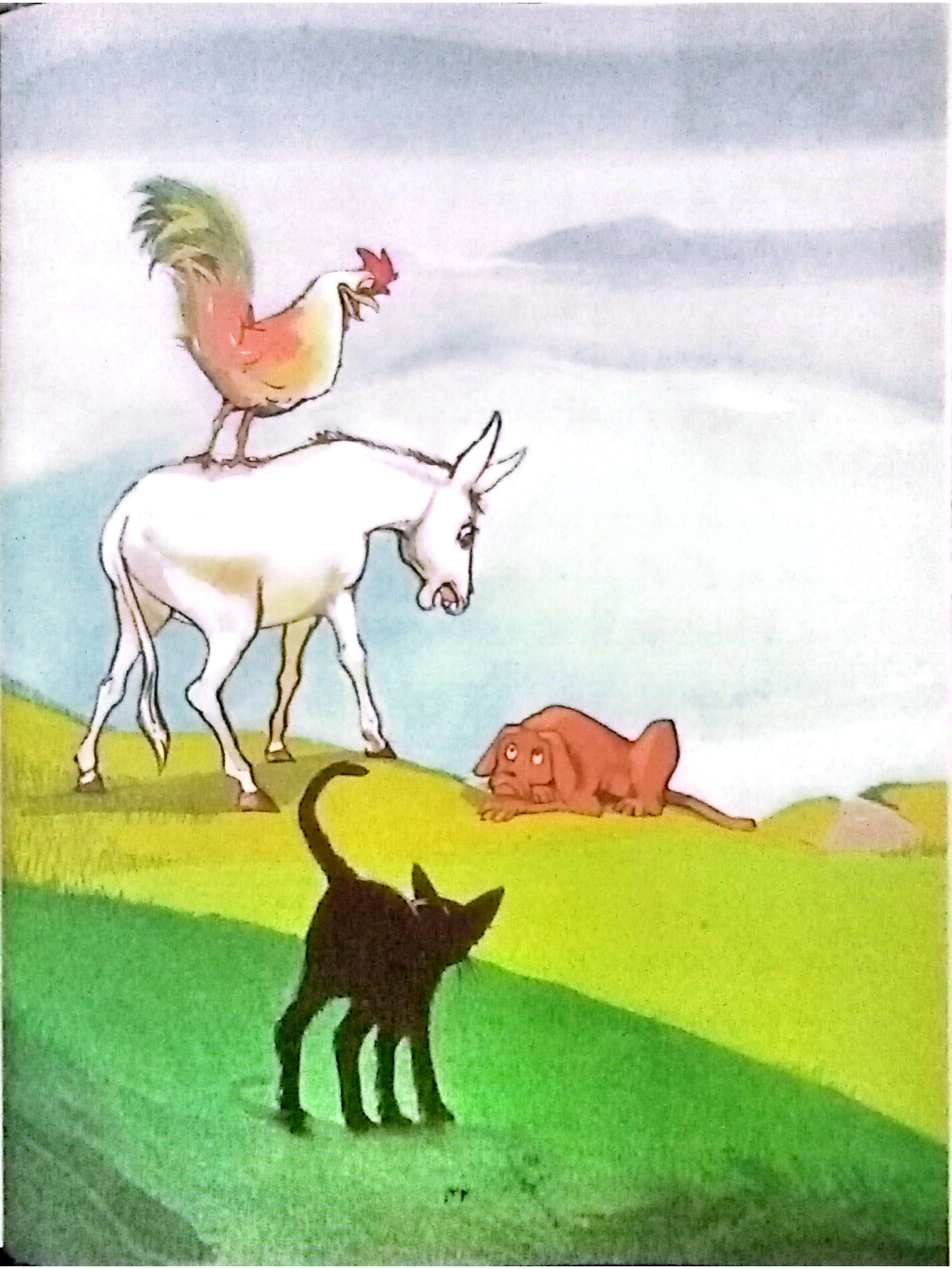
بھولا جھیل پر پہنچا تو جِس بطخ کی اُس نے جان بچائی تھی وہ اپنی تمام ساتھی بطخوں کو لے کر آگئی اور اُنہوں نے ذرا سی دیر میں جھیل کی تہ سے چابی ڈھونڈی اور بھولے کو دے دی۔

تیسرا کام سب سے مُشکل تھا۔ اب بھولے کو یہ معلوم کرنا تھا کہ کمرے میں سوئی ہوئی تین شاہ زادیوں میں سب سے چھوٹی اور شہد جیسی میٹھی شاہ زادی کون سی ہے۔ بھولے نے جاکر دیکھا تو سوئی ہوئی تینوں شاہ زادیاں ایک جیسی نظر آئیں۔

اچانک شہد کی مکھیوں کی ملکہ اُڑتی ہوئی کمرے میں آئی۔ وہی ملکہ جِس کے چھتے کو بھولے نے بچایا تھا۔ شہد کی مکھی باری باری تینوں شاہ زادیوں پر منڈلائی اور پھر آہستہ سے شہد جیسی میٹھی شاہ زادی کے گال پر بیٹھ گئی۔

وہی سب سے چھوٹی شاہ زادی تھی۔

بس اُسی وقت جادو کا اثر ختم ہوگیا۔ قلعے کی ہر چیز دوبارہ جان‌دار ہوگئی۔ خود بادشاہ بھی جاگ اُٹھا۔ اس نے اپنی چھوٹی بیٹی کی شادی بھولے سے کردی۔ دونوں بڑے بھائی بھی جی اُٹھے اور دو بڑی شاہ‌زادیوں سے اُن کی شادی ہوگئی۔





گانے والوں کی ٹولی

ایک آدمی کے پاس ایک گدھا تھا۔ وہ صبح سے شام تک بوجھ اُٹھاتا اور بھاری بھاری سامان لاتا لے جاتا۔ یوں محنت کرتے کرتے گدھا بوڑھا ہوگیا۔ اُس نے سوچا کہ اب وہ اپنے مالک کے کسی کام کا نہیں رہا، اب اُسے چل کر کوئی دوسرا کام تلاش کرنا چاہئے۔ یہ سوچ کر وہ شہر کی طرف چل پڑا۔

راستے میں اُسے ایک کُتّا مِلا جو سڑک کے کنارے بیٹھا اونگھ رہا تھا۔ گدھے نے کُتے سے پوچھا: کیا بات ہے۔ کُچھ اُداس نظر آرہے ہو۔

کُتے نے کہا: ہاں۔ بوڑھا ہوگیا ہوں۔ مالک کے گھر کی چوکی داری بھی نہیں کر سکتا۔ اس لئے گھر چھوڑ کر چلا آیا ہوں اور سوچ رہا ہوں کہ اب کیا کروں۔

گدھے نے کہا: میں تو شہر جارہا ہوں۔ وہاں جاکر گانے والوں کی ٹولی کے ساتھ مل کر خود بھی گاؤں گا۔ تمھاری آواز بھی اچھی ہے۔ تم بھی چلو۔ ٹولی کے ساتھ گایا کرنا۔

کُتے نے سوچا کہ خیال بُرا نہیں۔ وہ بھی گدھے کے ساتھ شہر کی طرف چل پڑا۔ راستے میں اُنہیں ایک بلّی مِلی۔ وہ بھی خاموش اور اُداس بیٹھی تھی۔ اس



کی آنکھوں میں تو آنسو بھی تھے۔

گدھے نے کہا: بی بلی۔ تمھیں کیا ہوا ؟ تم تو رورہی ہو۔

بلی بولی: ہاں میں بہت اداس ہوں۔ میں بوڑھی ہوگئی ہوں۔ میں اب چوہوں کا شکار بھی نہیں کر سکتی۔ دن بھر سوتی رہتی ہوں اور میرا مالک سمجھتا ہے کہ میں کسی کام کی نہیں۔ وہ مجھے دریا میں ڈبونا چاہتا ہے، بس میں گھر سے بھاگ آئی ہوں۔

گدھا بولا: رات کی خاموشی میں تم کتنا اچھا گاتی ہو۔ تمھاری تان کانوں کو بھلی لگتی ہے۔ چاہو تو ہمارے ساتھ شہر چلو۔ ہم سب گانے والوں کی کسی ٹولی کے ساتھ مل کر کام کریں گے۔

یہ سن کر بلی بہت خوش ہوئی اور گدھے اور کتے کے ساتھ وہ بھی شہر کی طرف چل پڑی۔ راستے میں انھیں ایک مُرغ ملا جو دیوار پر بیٹھا زور زور سے بانگ دے رہا تھا: ککڑوں کو۔ ککڑوں کو۔

گدھے نے کہا: کیا بات ہے۔ اتنی زور زور سے کیوں چِلّا رہے ہو ؟

مُرغ نے کہا: میں بوڑھا ہوگیا ہوں اور سُنا ہے کہ کل مجھے کاٹ کر میرا سالن پکایا جائے گا۔ سوچتا ہوں دُنیا والوں کو اپنا آخری گانا سُنا دوں۔

گدھے نے کہا: مایوس کیوں ہوتے ہو۔ تمھاری آواز اتنی اچھی ہے۔ ہمارے ساتھ شہر چلو۔ وہاں ہم گانے والوں کی ٹولی کے ساتھ مل کر گایا کریں گے۔

یہ سن کر مرغ بہت خوش ہوا اور گدھے، کتے اور بلی کے ساتھ شہر کی



طرف چل پڑا۔ راستے میں رات ہوگئی۔ چاروں نے جنگل میں سونے کا فیصلہ کیا۔ گدھا ایک درخت کے نیچے لیٹ گیا۔ کتا درخت کی جڑ کے قریب لیٹا۔ بلی اوپر ایک شاخ پر چڑھ گئی اور مرغ درخت کی چوٹی پر جا پہنچا تاکہ صبح اٹھ کر وہیں سے بانگ دے۔ سونے سے پہلے مرغ نے اِدھر اُدھر جو دیکھا تو اُسے ایک مکان نظر آیا جس کے اندر روشنی ہورہی تھی۔

اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا: مجھے سامنے ایک مکان نظر آرہا ہے۔ اس میں روشنی بھی ہے۔

گدھے نے کہا: چلو چل کر دیکھیں۔ وہاں رات زیادہ آرام سے گزرے گی۔

کتے نے سوچا کہ اگر وہاں کھانے کو گوشت اور چبانے کو ہڈی مل گئی تو بہت مزا آئے گا۔ بلی نے کہا کہ اگر مجھے آگ کے سامنے سونے کا موقع ملا تو بہت اچھی نیند آئے گی۔

چاروں چل کر مکان تک پہنچے۔ سب سے اونچا قد گدھے کا تھا، اس نے اگلی ٹانگیں کھڑکی پر رکھ کر اندر دیکھا۔ جب دیر ہوئی تو اس کے ساتھیوں نے بے تاب ہوکر پوچھا: بتاؤ اندر کیا ہے؟

گدھے نے کہا: بتاؤں ؟ اندر ایک میز پر مزے دار کھانا چُنا ہے اور چار ڈاکو بیٹھے اچھے اچھے کھانے کھا رہے ہیں۔

کتے نے کہا: کاش وہ کھانا ہمیں بھی مل جائے۔



بلی نے کہا: اگر ہم کسی طرح اندر چلے جائیں تو کھانے پر حملہ کرسکتے ہیں۔

اب چاروں سر جوڑ کر بیٹھے اور سوچنے لگے کہ مکان کے اندر کیسے داخل ہوں اور ڈاکوؤں کو کیسے بھگائیں۔

آخر انہیں ایک ترکیب سوجھی۔ گدھا اپنی اگلی ٹانگیں کھڑکی پر رکھ کر اونچا ہوگیا۔ کتا اچھل کر گدھے کی گردن پر چڑھ گیا۔ بلی کتے کے سر پر چڑھی اور مرغ بلی کے سر پر پنجے گاڑ کر کھڑا ہوگیا۔ پھر ایک اشارہ پاتے ہی چاروں نے چلّانا شروع کردیا۔ گدھا زور زور سے رینکا، کتا بھونکا، بلی نے میاؤں میاؤں کا شور مچایا اور مُرغ گلا پھاڑ پھاڑ کر بانگ دینے لگا۔ ساتھ ہی انہوں نے کھڑکی توڑدی۔ ان کے شور کے ساتھ شیشے ٹوٹنے کا چھناکا ہوا تو ڈاکو سمجھے کہ گھر میں بھوت گھُس آیا ہے۔ وہ سر پر پیر رکھ کر بھاگے اور جنگل میں چھپ گئے۔

اب چاروں ساتھیوں نے خوب پیٹ بھر کر کھانا کھایا۔

وہ دن بھر کے تھکے ہوئے تھے اور نیند آرہی تھی۔ بلّی باورچی خانے میں آگ کے سامنے سوگئی۔ کتے نے دروازے کے قریب سونے کے لئے اچھی سی جگہ ڈھونڈ لی۔ گدھا دالان میں پھیل کر لیٹ گیا اور مرغ ایک اونچی سی جگہ چڑھ گیا اور وہیں آنکھیں موند کر سو گیا۔

رات کو ڈاکوؤں نے دور سے دیکھا کہ گھر میں اندھیرا ہوگیا ہے۔ انہوں نے سوچا کہ بھوت چلا گیا ہے۔ ان سب نے اپنے ایک ساتھی کو بھیجا کہ پہلے وہ جاکر



دیکھے کہ گھر میں کیا ہورہا ہے۔ وہ دبے پاؤں اندر داخل ہوا۔ گھر میں خاموشی تھی۔ ڈاکو باورچی خانے میں گیا تو اسے اندھیرے میں بلّی کی آنکھیں چمکتی نظر آئیں۔ وہ سمجھا کہ چولہے میں دو انگارے چمک رہے ہیں۔ اس نے لوہے کی سلاخ اٹھا کر ان کوئلوں کو کُریدا۔ مگر وہ کوئلے نہیں تھے، بلی کی آنکھیں تھیں۔ بلّی نے اچھل کر ڈاکو کے منہ پر زور سے اپنے پنجے مارے۔ اس کے ناخن اتنے تیز تھے کہ ڈاکو کا چہرہ زخمی ہوگیا۔ وہ ڈر کر بھاگا تو اس کا پیر کتے کی دم پر پڑا۔ کتے نے ڈاکو کی ٹانگ اپنے منہ میں لے کر اس میں اپنے دانت گڑو دیئے۔ درد سے ڈاکو کی جان نکل گئی۔ وہ دالان میں بھاگا تو گدھے نے اتنی زور کی دولتّی رسید کی کہ ڈاکو زور زور سے رونے لگا۔ اس کا رونا سن کر مرغ نے آواز لگائی: ککڑوں کو۔ ککڑوں کو۔

ڈاکو ہانپتا کانپتا اپنے ساتھیوں کے پاس پہنچا اور بولا: گھر میں بڑا خطرناک بھوت آگیا ہے۔ پہلے تو اس نے اپنے ناخنوں سے میرا منہ نوچا، پھر میرے پیر میں چاقو مارا اور آخر میں دو زور دار ڈنڈے رسید کئے۔ میں بھاگا تو وہ چلاّیا: دیکھو ڈاکو۔ دیکھو ڈاکو۔ بس اس لئے میں بھاگ آیا ہوں۔

اس کے بعد ڈاکوؤں کو دوبارہ گھر میں جانے کی ہمّت نہیں ہوئی۔ وہ ڈر کے مارے جنگل سے نکل گئے اور پکڑے گئے۔

رہ گیا گدھا، کتا، بلی اور مرغ، انہیں وہ گھر بہت پسند آیا اور وہ آرام سے وہیں رہنے لگے۔

فرہنگ

مصر	ایک اسلامی ملک	حکمت	دانائی
شمع	موم بتی	خفا	ناراض
بادشاہ	ملک کا مالک	بلونا	بار بار ہلانا
محل	بادشاہ کا مکان	تہ خانے	زمین کے اندر مکان
کسان	کھیتی باڑی کرنے والا	ڈھال	نیچی جگہ
ڈبیا	چھوٹا ڈبہ	پتیلی	دیگچی
چمکنے والا	روشن	خدمت	کام
کھیتی باڑی	زمین میں فصل اُگانا	چٹ	کھا جانا
چرواہا	بکریاں چرانے والا	کراہتا	ہائے ہائے کرتا
بونا	چھوٹے قد والا	ہڑپ	نگلنا
سِرے	کنارے	چھناکے	آواز
دَنگ	حیران	بے تاب	بے قرار
ڈھونڈتا	تلاش	چوکی دار	حفاظت کرنے والا
جج	انصاف کرنے والا	آہٹ	چلنے کی آواز
عقل مند	سمجھ دار	جھگڑا	لڑائی
الجھن	پریشانی	محنت	کام
نگرانی	حفاظت	بانٹ	تقسیم
خزانہ	مال و دولت	چڑیل	بدصورت عورت
گنتارا	گننے والا آلہ	تو تو میں میں	لڑنا
چوکھٹا	چوکور	فقیر	مانگنے والا

ملکیت حکومتِ پنجاب

پہلی کِرن

اپنی زبان کو سیکھنے کے لئے اگر کوشش اور محنت کی جائے تو پڑھنے کا مزا ہی آ جاتا ہے۔ اور اگر یہ کوشش چھوٹی چھوٹی کہانیوں اور مزیدار قصوں کی مدد سے کی جائے تو اپنی کوشش ہمیں دلچسپ بھی لگتی ہے اور پڑھنے میں ہمارا من بھی لگتا ہے۔

پہلی کرن اسی تعلیمی مقصد کے تحت لکھی گئی ہے۔ تاکہ بچے اور بچیاں اس کتاب کو مزے مزے سے پڑھیں بھی اور دیکھتے ہی دیکھتے اردو سیکھ بھی جائیں۔ تو پھر جلدی سے یہ کتاب کھولیں اور پڑھنا شروع ہو جائیں اور آخر میں سوچیں کہ آپ نے اس کتاب سے کتنا سیکھا!

رضا علی عابدی نے بچوں کے لئے اردو سیکھنے سکھانے کے لئے ایک اچھوتی سی کوشش کی ہے۔ امید ہے کہ اساتذہ بچوں کی کہانیوں میں دلچسپی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے انہیں بہتر انداز میں اردو سکھا سکیں گے۔

ISBN.969-35-0912-9

DFID
Department For
International
Development

سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور

PMSP
Punjab